صورت حال

ڈاکٹر محمد اقبال خان

وسطی ایشیاء اور قفقاز کے مسلمانوں کی اسلامی تعلیم کے حصول اور مسلم ثقافت کے احیاء کی جانب تازہ پیش رفت

[ڈاکٹر محمد اقبال خان وسطی ایشیا اور روسی فیڈریشن کے اندر واقع مسلم علاقوں کے مسلمانوں کے معاملات سے گہری عملی دلچسپی رکھتے ہیں۔ انہوں نے طب کی تعلیم تاشقند سے حاصل کی ہے۔ ذاتی مشاہدہ اور عملی تجربہ پر مبنی ہونے کی وجہ سے وسطی ایشیا اور سابق سوویت یونین کے دیگر مسلم علاقوں اور ریاستوں کے مسلم عوام کے مذہبی، معاشرتی اور سیاسی مسائل پر ان کی تحریریں حقیقت سے قریب تر ہوتی ہیں۔ اسلامک فاؤنڈیشن، لیسٹر، برطانیہ کے زیر اہتمام ان کی ایک مختصر سی کتاب بھی شائع ہو چکی ہے جس میں انہوں نے وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں اور رشین فیڈریشن کے اندر واقع خود مختار مسلم علاقوں کے مسلمانوں کے بارے میں بنیادی معلومات اکھٹی کر دی ہیں۔ زیر نظر مقالہ ڈاکٹر صاحب نے جولائی ۹۴ء کے اواخر میں اسلامی کانفرنس تنظیم کے ایک ذیلی ادارے کے زیر اہتمام ماسکو میں منعقدہ ایک کانفرنس میں پڑھا۔ مقالے کا اردو ترجمہ نذرِ قارئین ہے۔ مدیر]

سابق سوویت یونین کی ریاستوں میں تقریباً نوے ملین کے قریب مسلمان آباد ہیں۔ مسلمانوں کی حقیقی تعداد سو ملین سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے کیونکہ ان علاقوں میں بسنے والے مسلمانوں کی اصل تعداد نہ تو پہلے کبھی معلوم کی گئی ہے اور نہ ہی اس وقت یہ اصل تعداد معلوم ہے۔ اوپر جو تعداد بتائی گئی ہے وہ ۱۹۸۹ء کی سرکاری مردم شماری کے اعداد و شمار کے مطابق ہے۔

۱۹۸۵ء میں جب کیمونزم سوویت یونین اور مشرقی یورپ کے دوسرے ممالک میں اپنے عروج پر تھا تو گورباچوف نے سوویت صدر چرننکو کی وفات کے بعد اقتدار سنبھالا۔ گورباچوف ایک محب وطن کیمونسٹ تھے لیکن جس وقت انہوں نے اقتدار سنبھالا، وقت کا بہاؤ ان کے حق میں نہیں تھا۔ ان کا ایک طرف تو پارٹی کے پرانے ساتھیوں کی طرف گہرا رجحان تھا جبکہ دوسری طرف وہ ان تبدیلیوں سے پریشان تھے جو نہ صرف سوویت یونین کے ارد گرد رونما ہو رہی تھیں بلکہ خود ان کا ملک بھی جن کی

لپیٹ میں تھا۔ ان حالات میں گورباچوف اس امر پر مجبور تھے کہ وہ ملک میں اصلاحات کا آغاز کریں۔ اس جانب انہوں نے پہلے گلاسناسٹ اور پرسٹرائیکا اصلاحات کی صورت میں پیش قدمی کی جبکہ بعد میں عوام کو آزادی اظہار رائے کا حق دینے کی صورت میں مزید پیش رفت کی۔ لیکن اصلاحات کے اس عمل میں گورباچوف نے مذہبی پہلو کو نظر انداز کر دیا۔ وہ بڑھتی ہوئی مذہبی بیداری کی لہر کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔

اس دور میں لوگوں کی ایک محدود تعداد عیسائیت سے وابستہ تھی۔ یہودی بھی کمیونسٹ جبر کے باوجود اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے تھے۔ اسلام اس دور میں سوویت یونین کا دوسرا سب سے بڑا مذہب تھا۔ جبکہ اس وقت یہ چھ اسلامی ریاستوں کا سب سے بڑا اور روس، جارجیا، یوکرائن اور آرمینیا کا دوسرا بڑا مذہب ہے۔ اس وقت روس میں ۲۰ ملین سے زیادہ مسلمان آباد ہیں جبکہ یوکرائن میں ۵ ملین جارجیا میں ڈیڑھ ملین اور روس کی باقی ریاستوں میں یہ تعداد چار سے آٹھ ملین کے لگ بھگ ہے۔

یہ مسلمان ۷۴ سال تک کمیونزم کی انتہائی سخت گرفت میں رہے۔ اس دور میں نہ صرف ان سے ان کی مذہبی آزادی چھین لی گئی تھی بلکہ انہیں اس پر بھی مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ مذہب اسلام ترک کر دیں۔ ان متشددانہ پالیسیوں کے نتیجہ میں کئی علاقوں میں مسلمان اپنی پہچان تک کو بھول چکے ہیں۔ کمیونزم کے اس ظالمانہ نظام میں اکثر مساجد کو یا تو مقفل کر دیا گیا تھا اور یا پھر انہیں بالکل ہی مسمار کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود وسطی ایشیا اور دوسری ریاستوں میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی عظیم یادگاریں کسی نہ کسی صورت میں قائم رہیں۔

اس وقت وسطی ایشیا اور قازقستان کی سنگین صورتِ حال اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کا صحیح صحیح مطالعہ اور تجزیہ کیا جائے۔

بالشویک انقلاب کے نتیجہ میں قائم ہونے والی سلطنت روس کے جابرانہ استبدادی نظام کا مسلمان خصوصیت سے نشانہ بنے رہے۔ وسطی ایشیا میں اس ۷۵ سالہ دور میں اسلام کمیونسٹوں کا خصوصی نشانہ بنا رہا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو انتہائی نامساعد حالات میں زندگی گزارنی پڑی۔ اس دوران ہزاروں مسلمان علماء کو تہہ تیغ کر دیا گیا جبکہ کئی ایک نے اس ظلم و ستم سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں کی طرف ہجرت کی۔ کمیونزم کی قہر ناکیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ جن لوگوں نے اس ظلم و ستم کے باوجود ہجرت نہیں کی اور اپنے مقاصد کے لیے ڈٹے رہے وہی درحقیقت امت مسلمہ کے ہیرو ہیں۔ ان مسلمان علماء، اساتذہ اور مبلّغین نے KGB کی نظروں سے بچتے ہوئے زیرِ زمین رہ کر لوگوں میں تعلیم و تدریس کے جال بچھا دیے۔ KGB نے اس دور ابتلاء میں مسلمانوں کے بارے میں انتہائی سخت رویہ اپنایا ہوا تھا۔ اگر کسی بھی مسلمان کو دینی سرگرمیوں کی پاداش میں پکڑ لیا جاتا تو اس کے گلے میں فوراً موت کا پھندا ڈال دیا جاتا۔

وسطی ایشیا میں اسلامی تہذیب کے احیاء اور دینی علوم کے حصول کی زبردست طلب کے موجودہ رجحانات انہی مسلمانوں کی انتھک مخلصانہ کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ وسطی ایشیا میں اساتذہ کی ایک بہت بڑی کھیپ موجود ہے جنھوں نے کمیونسٹ جبر و استبداد کے باوجود اپنے کام کو جاری و ساری رکھا۔ اس وقت وسطی ایشیا اور داغستان میں چند ایک مقامات ایسے بھی ہیں جو اسلامی تہذیب کی علامت اور سابقہ سوویت یونین کے مسلمانوں کے لیے اسلامی تعلیم کے مراکز کا کام دے رہے ہیں۔

اسلامی تہذیب کے احیاء اور دینی تعلیم کے حصول کے رجحانات میں تیزی سے ترقی سوویت یونین کے آخری صدر گورباچوف کی گلاسناسٹ اور پرسٹرائیکا کی اصلاحات کے بعد شروع ہوئی۔ یہ عمل مسلم اکثریتی علاقوں کی شدید نگرانی اور وسطی ایشیا کے مسلمانوں میں پائی جانے والی کسی حد تک غیر یقینی صورتِ حال کی وجہ سے جزوی طور پر زیرِ زمین ہی رہا۔ اس عمل میں زیادہ تیزی ۱۹۸۹ء میں آزادی اظہارِ رائے اور مذہبی سرگرمیوں کی محدود اجازت کی وجہ سے دیکھنے میں آئی۔ اس سے ان علاقوں کے مسلمانوں کو یہ موقع ملا کہ وہ اسلامی مدرسے قائم کر کے معاشرے میں اثر و رسوخ حاصل کریں اور دین سے بے بہرہ لوگوں کو مساجد تک لے آئیں۔ ۱۹۹۰ء کی ابتداء میں ان اساتذہ نے بھی منظرِ عام پر آ کر اپنی ذمہ داریاں نبھانا شروع کر دیں جو ابھی تک وسطی ایشیا کے مختلف علاقوں میں زیرِ زمین رہ کر لوگوں تک دینی تعلیم پہنچا رہے تھے۔

ان اساتذہ نے پرانی اسلامی عمارات یعنی مدرسوں اور مسجدوں کا انتظام سنبھالنا شروع کر دیا۔ اس لحاظ سے یہ عمل مسلمانوں کی طرف سے اس طرح کی عمارات کا انتظام دوبارہ اپنے ہاتھ میں لینے کا رسمی آغاز بن گیا۔ اسی دوران کئی ایک علاقوں میں نئی مساجد تعمیر کی گئیں جو طرزِ تعمیر کے اعتبار سے تو سادہ تھیں بلکہ اپنے مقاصد کے اعتبار سے انتہائی ارفع و اعلیٰ تھیں۔ اس وقت تک حصولِ تعلیم کے اہم ذرائع گھروں میں قائم مدرسے اور مسجدیں ہی تھیں۔ سرکاری مساجد کو تاشقند، اوفا اور مہاشکالہ میں مسلمانوں کا مذہبی بورڈ کنٹرول کرتا تھا۔ البتہ کئی ایک سرکاری مساجد بھی اسلامی تعلیم کے لیے استعمال کی جاتی تھیں۔

دینی تعلیم کی ترویج کی اس جدوجہد میں ایک اہم بات یہ تھی کہ وسطی ایشیا خصوصاً تاجکستان، ازبکستان، داغستان اور چند دوسری ریاستوں میں عورتوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جانے لگی۔ اس حکمت عملی کے نتیجہ میں اب بہت سارے مقامات پر مسلم خواتین اساتذہ کی ایک بڑی تعداد کو تربیت دی جارہی ہے۔ احیائے اسلام کی جدوجہد کے حوالے سے اس عمل کے خوشگوار اثرات مرتب ہوئے ہیں اور ازبکستان و تاجکستان کے کئی علاقوں میں مسلم خواتین نے حجاب کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ اور تقریبات میں عورتوں اور مردوں کے لیے الگ الگ انتظامات کا رجحان دیکھنے میں آ رہا ہے۔ ان انتھک کوششوں کے نتیجہ میں اسلامی تعلیم کا دائرہ کار تاشقند، اندی جان اور دوشنبہ کے سرکاری سکولوں تک بڑھ گیا۔ ان علاقوں کے مختلف سرکاری سکولوں میں ہفتہ میں دو یا تین دن، جس کا انحصار مقامی اساتذہ

کی رضامندی اور میسّر ہونے پر ہوتا ہے دینی تعلیم کی کلاسیں ہوتی ہیں۔ بچوں کی دینی تعلیم کے پروگرام کا آغاز ۱۹۸۹ء میں تاشقند میں کچھ رضا کار مسلم اساتذہ نے کیا تھا۔ اس کے بعد سے اس پروگرام کو لڑکیوں کے سکولوں اور ثانوی سطح کے عام پیشہ ورانہ مدارس تک بڑھایا گیا ہے۔ ازبکستان اور کرغستان میں مختلف سرکاری تنظیموں کی طرف سے زبردست مخالفت کے باوجود پرائمری اور سکینڈری سطح پر دینی تعلیم جڑیں پکڑ رہی ہے۔ تاجکستان میں اس طرح کے بڑھتے ہوئے رجحان کو قوت کے زور پر روک دیا گیا ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ عمل قفقاز اور دوسری ریاستوں میں خاصا مقبول ہوتا جارہا ہے۔ نجی تعلیمی ادارے دینی تعلیم کے فروغ میں اہم کردار کر رہے ہیں۔ ان نجی تعلیمی اداروں میں مذہب کی بنیادی تعلیم خصوصاً قرآن کریم کے ناظرہ اسباق پر زور دیا جاتا ہے۔ یہ نجی تعلیمی ادارے زیادہ تر گھروں میں قائم ہیں جہاں مرد، خواتین اور روایتی مذہبی پیشوا تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

بہت سارے علاقوں میں یہ نظام تدریس خاصا موثر اور کامیاب ثابت ہو رہا ہے۔ ایسے پرائیویٹ سکول بھی دینی تعلیم عام کرنے میں خاص کردار ادا کر رہے ہیں جو مختلف گھروں اور فلیٹوں میں قائم ہیں جنہیں مقامی مسلمانوں نے یا تو خرید رکھا ہے یا پھر وہ ان کا کرایہ ادا کرتے ہیں۔ یہ ادارے مسلمان اساتذہ اور علماء پیدا کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کر رہے ہیں جو تعلیم کے حصول کے بعد یا تو اس طرح کے ادارے اپنے ہاں قائم کر کے دینی تعلیم پھیلانے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں یا پھر وہ مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے کسی زیادہ اچھے اور بہتر اسلامی ادارے میں داخلہ لے لیتے ہیں۔ اس وقت مقامی اداروں کو وہ مسلمان علماء چلا رہے ہیں جنھوں نے کمیونزم کے دور جبر میں دینی تعلیم حاصل کی تھی۔ معاشرے میں دینی تدریس کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر اگرچہ ان اداروں کی تعداد انتہائی محدود ہے لیکن بہر حال یہ ادارے اعلیٰ پائے کے مسلمان علماء پیدا کرنے میں نہایت موثر ثابت ہو رہے ہیں جو یہاں سے فارغ ہو کر نہ صرف ثانوی اور انٹرمیڈیٹ تعلیم کے سکولوں میں درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں بلکہ وہ معاشرے میں سیاسی اور سماجی سطح پر بھی اہم خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

ان اداروں کے انتظام و انصرام اور نظام تعلیم میں بہت ساری خامیاں بھی پائی جاتی ہیں جن کی اصلاح عالمِ اسلام کی جانب سے تعاون پر مبنی متفقہ کوششوں سے ہو سکتی ہے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ وسطی ایشیا کے مسلمانوں کو دین کی بنیادی باتوں سے روشناس کرایا جائے۔ اس ضمن میں روزمرّہ معمولات یعنی نمازوں کا طریقہ کار، اسلام کی بنیادی اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور حلال و حرام کی پہچان سے متعلق تعلیم وقت کی اہم ضرورت ہے۔ میں اپنے مطالعہ اور صورت حال کے ذاتی مشاہدہ کی روشنی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مقامی مسلمان اساتذہ عام لوگوں کو دین کی تعلیم سے روشناس کرانے اور اس کے بنیادی تصورات سمجھانے میں اپنی بساط کے مطابق پوری پوری کوشش کر رہے ہیں۔ میرے خیال

میں مسلمان اساتذہ اور علماء کو اپنی ان کوششوں میں خاصی کامیابی بھی حاصل ہو رہی ہے۔ لیکن اس خطے میں اسلامی طرزِ حیات کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں جو غلط تصوّرات پائے جاتے ہیں وہ دنیا بھر کے مسلمان علماء اور مختلف اداروں اور انفرادی سطح پر دینی علوم سے بہرہ ور شخصیات کی جاندار اور انتھک کاوشوں سے ہی دور ہو سکتے ہیں۔

وسطی ایشیا کے مسلمان نہ صرف یہ کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ نہیں ہیں بلکہ وہ نمازوں کے طریقہ کار اور روز مرّہ معمولات بشمول حلال و حرام کے تقاضوں سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اس لاعلمی کی وجہ سے ان علاقوں خصوصاً ان شہروں میں جہاں مغربی تہذیب و تمدن کئی سالوں تک چھائے رہے، بہت ساری غیر اسلامی اور خلافِ شرع روایات، عادات اور طور طریقے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ہمارے ان مسلمان بھائیوں کی زندگیوں اور معاشرے سے یہ غیر اسلامی بلکہ مخالف اسلام رسوم و روایات تب ہی دور ہو سکیں گی جب امت مسلمہ ان کی اصلاح میں اپنا وقت اور کوششیں صرف کرنا شروع کرے گی۔

وسطی ایشیا کے مسلمان اسلامی تعلیم کے حصول کے سلسلہ میں بڑے مشتاق اور مستعد واقع ہوئے ہیں جس کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس خطہ میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے پروان چڑھنے اور حقیقی اسلامی تعلیمات کے فروغ پانے کے امکانات خاصے روشن ہیں۔ وسطِ ایشیائی مسلمان جب ایک دفعہ دینی تعلیم سے مذہبی تعلیمات کے بارے میں آگاہی حاصل کر لیتے ہیں تو وہ انتہائی سرعت سے ان تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگیاں ڈھال لیتے ہیں۔

وسطی ایشیا میں اسلامی تعلیم کے لیے ایک اور سازگار پہلو یہ ہے کہ یہاں کے لوگ عام تعلیم کے لیے بالعموم اور اسلامی تعلیم کے لیے بالخصوص بہت ہی حریص اور مشتاق واقع ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں ان علاقوں کا دورہ کرنے والا شخص آسانی سے خواتین و حضرات، بچوں اور ہر عمر کے افراد کو مساجد اور مدرسوں میں دینی تعلیم حاصل کرتے ہوئے دیکھ سکتا ہے۔ یہ لوگ جب کبھی بھی کسی غیر ملکی مسلمان یا کسی مقامی مولوی کو دیکھتے ہیں تو وہ فوراً اسے اپنی نمازوں کے اسباق، قرآن پاک کی سورتیں اور جو کچھ بھی انہیں آتا ہے سنانا شروع کر دیتے ہیں تاکہ ان کی غلطیوں کی اصلاح ہو سکے۔ ان علاقوں میں دین سے رغبت کا یہ عالم ہے کہ بچے مساجد اور مدرسوں میں دینی تعلیم میں انتہائی باقاعدگی سے شریک ہوتے ہیں جبکہ بڑی عمر کے لوگ اس میں قطعاً شرم محسوس نہیں کرتے کہ وہ امام مسجد یا کسی با اعتماد پڑھے لکھے آدمی سے دین کی بنیادی باتوں کے بارے میں پوچھیں۔

کمیونسٹ نظام کے دوران گھر میں قرآن پاک کا نسخہ رکھنا جرم گردانا جاتا تھا لیکن اس کے باوجود اکثر مسلمان حتیٰ کہ کمیونسٹ پارٹی کے ممبران بھی اپنے گھروں میں قرآن پاک کے نسخے رکھا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں بھارت اور افریقہ سے تعلق رکھنے والے غیر مسلم طلباء ان مسلمانوں میں انتہائی مہنگے داموں (۲۰۰ سے ۴۰۰ امریکی ڈالر فی نسخہ) یہ نسخے بیچ کر خوب منافع کمایا کرتے تھے۔ اس خطے میں

قرآن پاک پڑھانے کی کوئی سہولت موجود نہیں تھی لیکن اس کے باوجود یہاں کے لوگ قرآن کو اسلام کی علامت سمجھتے تھے۔ وسطِ ایشیائی لوگ قرآن کریم بہترین تحفہ تصوّر کرتے ہیں اور یہ لوگ اس میں انتہائی فخر محسوس کرتے ہیں کہ وہ شادی کے موقع پر اپنی لڑکیوں کو قرآنِ حکیم تحفہ میں پیش کریں۔ یہ لوگ عربی اور فارسی میں لکھی ہوئی کتابوں کو برکت کی علامت کے طور پر محفوظ کرلیتے ہیں۔ کمیونزم کے خاتمے کے بعد مسلمانوں میں پائے جانے والے یہ جذبات، خواہشات اور محرکات اس لگن میں ڈھل چکے ہیں کہ وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگاہی حاصل کریں تاکہ وہ ان تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرسکیں۔

وسطی ایشیا کے مسلمان اس لحاظ سے منفرد خصوصیت کے حامل ہیں کہ وہ دینِ اسلام کو اپنی عملی زندگیوں میں حقیقی طور پر متعارف کروانا چاہتے ہیں۔ وہ ان مسلمانوں سے یکسر مختلف ہیں جنہیں دینِ اسلام اپنے آباؤاجداد سے وراثت یا اپنی معاشرتی روایات کے توسط سے ملا ہے اور جن کے دلوں میں دینِ اسلام کو اپنی عملی زندگیوں میں نافذ کرنے کے لیے کسی بھی قسم کی حکمت عملی اختیار کرنے یا جدوجہد کرنے کے جذبہ کا شدید فقدان پایا جاتا ہے۔

ذیل میں ہم وسطِ ایشیائی مسلمانوں کی اس منفرد خصوصیت کے پیشِ نظر ان کے معاشروں میں اسلام کے فروغ اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے احیاء کے متعلق ان کی جدوجہد میں موثر مدد دینے کی غرض سے چند تجاویز پیش کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ اسلامی کانفرنس تنظیم اور دوسری دعوہ تنظیموں کو وسط ایشیائی اور روسی مسلمانوں کی بنیادی اسلامی تعلیم کے لیے مشترکہ طور پر قلیل المیعاد اور طویل المیعاد پروگرام شروع کرنے چاہییں۔

۲۔ اس مقصد کے لیے ماہرین تعلیم پر مشتمل ایک گروپ تشکیل دیا جائے جو وسطی ایشیا کے مخصوص حالات کو ذہن میں رکھتے ہوئے مسلمانوں کی موجودہ صورتِ حال کا جائزہ لے کر ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے نصاب تیار کرے۔

۳۔ بنیادی طور پر ایک عام آدمی کی تعلیم اور تربیت کو ہدف بنایا جائے جبکہ آئمہ اور دعوتی کام کرنے والے افراد کی تیاری کے لیے مستقل اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے۔

۴۔ تعلیمی اور تہذیبی مراکز کو روایتی طریقہ تعلیم کے بجائے معاشرے کی ضروریات کے مطابق چلایا جائے۔

۵۔ سرکاری سکولوں، اداروں اور یونیورسٹیوں میں اسلامی تعلیم کے لیے خصوصی نصاب تیار کیا جائے۔ جس کے لیے ماہرین کو آگے بڑھ کر اس نصاب کو تیار اور پیش کرنا ہوگا۔

۶۔ مساجد اور اسلامی مراکز میں عام افراد کی بنیادی تعلیم کے لیے وسیع سطح پر پروگرام شروع کیے جانے چاہییں۔

۷۔ ۷۵ سالہ دور استبداد کے پسے ہوئے اور بنیادی تعلیم سے محروم افراد کے لیے بنیادی اسلامی تعلیمات پر مبنی لٹریچر کی تیاری انتہائی ضروری ہے۔ اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس لٹریچر کو بڑی تعداد میں چھپوا کر ہر فرد تک پہنچایا جائے۔

۸۔ مقامی اساتذہ اور علماء کی جانب سے عربی زبان کی تعلیم کافی موثر رہی ہے۔ میرے خیال میں اس امر کی انتہائی ضرورت ہے کہ ایک ایسا نظام اور طریقہ کار وضع کیا جائے جس کے ذریعہ ان افراد کی خدمات اور صلاحیتوں سے عربی کی بہتر تعلیم و تدریس میں ہر ممکن استفادہ کیا جائے۔

۹۔ مختلف مسلم ممالک سے علماء اور اساتذہ کو وسطی ایشیا اور دوسرے مسلم علاقوں میں بھیجا جائے جو نہ صرف مدرسوں میں اسلامی تعلیم دیں بلکہ وہ سرکاری سکولوں، تحقیقی اداروں اور یونیورسٹیوں میں بھی تعلیم عام کریں۔

۱۰۔ اس وقت ایک بہت ہی اعلیٰ تحقیقی ادارے کے قیام کی ضرورت ہے جو موجودہ صورت حال، اسلامی تعلیم کے فروغ اور تہذیبی معاملات پر تحقیق کرے اور ان معاملات میں بہتری کے لیے سفارشات پیش کرے۔ آزاد ممالک کی دولت مشترکہ کی سطح پر ایک مستقل انتظام کے طور پر، یہ عمل مسلسل جاری رہنا چاہیے۔

۱۱۔ اسلامی لٹریچر کا روسی اور وسط ایشیائی زبانوں میں ترجمہ انتہائی توجہ اور اہتمام کا متقاضی ہے۔ اسلامی کانفرنس تنظیم، اسلامک فاؤنڈیشن، انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اور دوسرے اداروں کے تعاون سے جن کا ترجمہ کے میدان میں خاصا تجربہ ہے، ترجمہ کے لیے منتخب ہونے والے اسلامی لٹریچر کی ایک ترجیحی فہرست، علاقائی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے، بنائی جا سکتی ہے۔

۱۲۔ آخر میں میں تمام متعلقہ تنظیموں سے گزارش کروں گا کہ وہ وسطی ایشیا کے ان مسلمانوں کی تعلیم اور تربیت کی طرف اپنی پوری توجہ مبذول کریں کیونکہ انہیں اس وقت اس چیز سے بڑھ کر کسی بھی شے کی ضرورت نہیں ہے۔ (ترجمہ: ادارہ)